فقہی اختلافات شاہ ولی اللہؒ کے نظریات کی روشنی میں

مسز منزہ مصدق*

رسول اکرم کی حدیث ہے "اختلاف علماء امتی رحمه" میری امت کے علماء کا اختلاف باعث رحمت ہے۔(۱)

لفظ اختلاف کی تعریف

ہر یکساں حالت کے بعد جب اس کے خلاف کوئی دوسری حالت رونما ہوتی ہے۔تو ہم اسی کا نام اختلاف رکھتے ہیں۔"(۲)

اگر اس عالم پر عرش سے لے کر فرش تک ایک نگاہ ڈالیں تو سارا عالم اختلاف کی آماجگاہ نظر آئے گا۔ یہاں تک کہ اگر اس عالم کی کوئی زیادہ سے زیادہ صحیح تعریف ہوسکتی ہے تو یہی ایک لفظ ہے "اختلاف" لیل ونہار، شہور وسنین کا اختلاف ...... ولہ اختلاف الیل والنہار اسی طرح افراد میں طبعیتوں، مزاجوں اور رنگوں کا اختلاف ...... اختلاف السنتکم و الو انکم(۳)

قرآن کریم سے لفظ "اختلاف" کی توضیح

ان الذین فرقوا دینهم و کانو ا شیعًا لست منهم فی شیء

جنہوں نے اپنے دین میں راہیں نکالیں اور بہت سی پارٹیاں بن گئے آپ کو ان سے کوئی سروکار نہیں۔ دور صحابہ میں بھی اختلافات نظر آتے ہیں اور خلافت راشدہ کے زمانہ میں بھی فرقہ بندیوں کے نشانات کا پتہ چلتا ہے۔لیکن یہ اختلافات اصول وکلیات پر نہیں تھے۔ بلکہ فروعی اختلافات تھے اور جیسا کہ خود قران نے کہا کہ فروعی اختلافات، اختلاف نہیں ہے۔

شرع لکم من الدین ما وصّی بہٖ نوحاً والّذی اَوحینا الیک وماوصّینا بہٖ ابراھیم و

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، آزاد کشمیر یونیورسٹی میرپور

موسیٰ و عیسیٰ ان اقیموا الدین ولا تتفرّقوا فیہ (۳ب)

اللہ تعالیٰ نے تمہارے دین میں ان ہی باتوں کی راہ نکالی ہے جن کا حضرت نوح کو حکم دیا اور جو حکم ہم نے آپ پر بھیجا اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کو حکم دیا یعنی کہ دین کو قائم رکھو اور اس میں اختلاف نہ ڈالو۔

حضرت نوح علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ تک کے دور میں شریعتوں اور منہاج کا کھلا ہوا اختلاف رہا۔ صحف انبیاء علیہ السلام فروعی اختلافات کے باوجود ایک دین کہلائے۔ اس طرح ایک دین حنیف کے اندر فروعی اختلافات اس کی شانِ اجتماع و وحدت میں خلل انداز نہیں ہوتے۔ (۴)

جب تمام فقہا اور ائمہ مجتہدین کے استدلال اور استخراج مسائل کا بنیادی ماخذ و مصدر کتاب اللہ اور سنت رسول ہے۔ تو پھر اختلاف کی کیا وجہ؟ اس لئے ضروری ہوا کہ اس اختلافات کے اسباب و علل کی وضاحت ''عقد الجید فی بیان احکام الاجتہاد و التقلید از شاہ ولی اللہ کی روشنی میں کی جائے اور یہ بتایا جائے کہ اس کا منشاء اور منبع کیا ہے۔'' اس کے ساتھ ساتھ فقہی اختلافات کے اسباب و علل کی وضاحت الانصاف فی بیان سبب الاختلاف، حجۃ اللہ البالغہ حصہ اول کے آخری ابواب ''تفہیمات'' کے کچھ مقامات اور ازالۃ الخفاء کے بعض ضمنی مباحث سے بھی اس موضوع پر شاہ ولی اللہ کے خیالات کو جاننے میں مدد ملتی ہے۔ فقہی اختلافات کے اسباب کو بیان کرنے سے پہلے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ اختلافات کیوں پیدا ہوئے اور ان کا پس منظر کیا ہے۔ یہ جاننا ضروری ہے۔

فقہی اختلافات کا پس منظر

رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں تعلیم و مسائل کی وہ صورتیں نہیں تھیں جو آج ہیں۔ فقہ، فتاویٰ اور مسائل کی چھوٹی یا بڑی مستقل کتابیں نہیں لکھی جاتی تھیں۔ جس طرح آج ہیں۔ اس وقت معاملہ بہت سادہ اور آسان تھا۔ جو حکم نازل ہوتا نبی اکرم ﷺ صحابہ کو اس کے کرنے کا حکم دے دیتے یا خود عمل کر کے بتلا دیتے۔ وضو کا حکم نازل ہوا۔ حضرت جبرئیل نے حضورؐ کو وضو کا طریقہ بتلا دیا۔ اور حضور ﷺ نے صحابہ کو بتلا دیا۔ نماز کا حکم آیا۔ جبرائیل نے حضور ﷺ کو نماز پڑھ کر بتادی۔ آنحضور ﷺ نے امت کو نماز کا حکم سنایا اور نماز پڑھ کر دکھائی اور فرمایا ''جس طرح مجھے نماز پڑھتا دیکھ رہے ہو اس طرح نماز پڑھو'' یہ تجزیہ نہیں کیا کہ اس کا فلاں جز شرط ہے، فلاں رکن اور فلاں فرض اور فلاں مستحب اور صحابہ نے بھی یہ تحقیق نہیں کی کہ نماز کے مختلف اجزاء میں کس

جز کا مرتبہ اور حکم کیا ہے۔

سوال کرنے کو ناپسند کیا جاتا۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے اصحاب رسول ﷺ سے بہتر کوئی جماعت نہیں دیکھی انہوں نے آپ سے پوری زندگی میں تیرہ سوال پوچھے سب کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ اور بعض دوسرے صحابہ کرام قرآن حکیم کی اس آیت کو بطور دلیل کے پڑتے۔ "لاتسئلو اعن اشیاء ان تبدلکم تسئو کم۔ (اشیاء کے بارے میں زیادہ سوال مت کرو اگر تم پر ان کی حقیقت ظاہر ہوگئی تو تمہارے لیے برا ہوگا۔)

غرض رسول اکرم ﷺ کا دستور مبارک یہی تھا۔ چنانچہ ہر صحابی نے آپ کی عبادات، فتوؤں میں سے جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں میسر ہوا وہ دیکھا پھر انہیں یاد رکھنا اور قرائن سے اس کا سبب معلوم کیا۔ پس بعض کو اباحت پر، بعض کو استحباب پر اور بعض امور کو علامات اور قرائن کی بناء پر جو ان کے نزدیک کافی تھے منسوخ قرار دیا، اس بارے میں انہوں نے اپنے وجدان اور اطمینان قلب پر اعتماد کیا۔ (۵)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا صحابی نے حضور ﷺ سے عرض کیا مجھے مسجد تک لے جانے والا کوئی شخص نہیں کیا مجھے اجازت ہے کہ میں گھر پر نماز ادا کرلوں۔ حضور ﷺ نے اس کی اجازت مرحمت فرمادی۔ ایک دوسری روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب حضور ﷺ کو یہ معلوم ہوا کہ اس نابینا صحابی کا گھر مسجد کے قریب ہے تو آپ نے فرمایا کہ تمہیں فرض نمازیں گھر میں پڑھنے کی اجازت نہیں۔ (۶)

تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص کے بارے میں آنحضور ﷺ نے دو مختلف حکم فرمائے وہ اس لئے کہ صورت حال بدل گئی تھی۔ جو شخص پورے پس منظر سے واقف نہیں ہوگا اور اسے صرف ایک روایت کا علم ہوگا وہ اسی کو اختیار کرے گا اور جس کو دوسری روایت کا علم ہوگا وہ اسی پر عمل کرے گا۔

اس صورت حال میں فقہا، صحابہ، تابعین اور آئمہ مجتہدین اس امر کی طرف متوجہ ہوئے کہ وہ دونوں طرح کی روایات کا ماخذ اور پس منظر تلاش کریں۔ اور جس روایت اور جس حکم کا جو پس منظر اور بنیادی سبب ہے اس کو اسی پر محمول کریں۔" (۷)

عہد صحابہ میں فقہی اختلافات

یہ حالات و واقعات تو صحابہ کرام کو عہد رسالت میں پیش آئے عہد رسالت کے بعد صحابہ کے درمیان اختلافات کا آغاز ہوتا ہے۔جن کی چند بنیادیں ہیں جن کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہیں۔

۱۔ کسی معاملے کے بارے میں ایک صحابی نے آپ سے کوئی فیصلہ سنا اور دوسرے نے نہیں سنا بلکہ خود اجتہاد کیا۔جیسا کہ عبداللہ بن مسعود سے اُس عورت کے بارے میں جن کا خاوند فوت ہو گیا تھا اور اُس کا مہر نہیں مقرر کیا گیا تھا سوال کیا گیا کہ اس کا مہر کتنا ہونا چاہئے۔آپ نے اجتہاد کر کے فیصلہ سنایا کہ مہر مثل ملنا چاہئے۔اس پر معقل بن یسار نے بطور شہادت فرمایا کہ آنحضوﷺ نے ہمارے قبیلہ کی عورت کے بارے میں ایسا ہی فیصلہ کیا تھا۔(۸)

۲۔ کسی صحابی تک سرے سے روایت پہنچی ہی نہیں۔مثلاً امام مسلم کی یہ روایت کہ حضرت عبداللہ بن عمر عورتوں کو یہ حکم دیتے تھے کہ وہ جب غسل کریں تو اپنے سر کے بال کھول لیں۔جبکہ حضرت عائشہ کی روایت یہی ہے کہ میں اور آنحضوﷺ ایک ہی برتن سے غسل کرتے اور میں اس کے سوا کچھ نہ کرتی کہ اپنے بالوں پر تین بار پانی بہا لیتی اور بال کھولتی نہیں۔(۹)

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر تک حضرت عائشہ کی روایت نہیں پہنچی اور یہ اختلاف کا ایک سبب بنا۔

۳۔ بعض صحابہ نے آنحضرت کو کوئی عمل کرتے دیکھا تو کسی نے اسے مستحب سمجھا اور دوسرے نے سنت، تیسرے نے واجب۔

شاہ ولی اللہ نے بیان کیا کہ اس کی ایک مثال عمل تصحیب ہے۔"عمل تصحیب سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت سفر حج کے دوران ابطح کی وادی میں فروکش ہوئے اب آپ کا وہاں پر اُترنا حضرت ابو ہریرہ اور ابن عمر کے نزدیک تو یہ کارِ ثواب تھا لہٰذا انہوں نے اسے حج کی نشستوں میں شمار کیا۔مگر عائشہ اور ابن عباس کے نزدیک وہاں اُترنا محض ایک اتفاقی امر تھا نہ کہ کسی ثواب کے طور پر۔(۱۰)

۴۔ بعض اوقات کبھی کسی واقعہ کے بارے میں وہم یا سہو ونسیان کی وجہ سے بھی اختلافات ہو جاتے تھے۔شاہ ولی اللہ اس کی مثال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آنحضوﷺ نے حج کیا۔لوگوں نے آپ کو حج کرتے ہوئے دیکھا بعض نے کہا کہ آپ حج تمتع ادا کر رہے تھے بعض نے کہا کہ آپ قارن تھے۔اور بعض اس طرف

گئے کہ آپ سفرِ حج ادا کر رہے تھے۔ یہ وہم یا غلط فہمی کے سبب ہوا۔ بعض اوقات سہو ونسیان کے سبب سے بھی اختلافات رونما ہوتا۔ مثلاً حضرت ابن عمر نے بیان کیا کہ رسول اللہ نے ایک عمرہ ماہ رجب میں کیا حضرت عائشہ نے یہ سنا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ بھول گئے ہیں۔ (۱۱)

۵۔ فہم حدیث میں خامی کی وجہ سے اختلاف رونما ہو جاتا ہے۔ مثلاً ابن عمرؓ یا حضرت عمر کی روایت میں ہے کہ میت کے گھر والوں کے رونے سے اُس پر عذاب ہوتا ہے حضرت عائشہؓ نے جب یہ سنا تو کہا کہ وہ حدیث کو صحیح طور پر نہیں سمجھ سکتے۔ اور بیان کیا کہ بات یہ ہے کہ رسول اللہ ایک یہودیہ کی قبر کے اس سے گزرے اور اس کے گھر والے رو رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ اس پر رو رہے ہیں کہ اسے قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔ اس سے راوی نے یہ سمجھا کہ میت کے عذاب کا سبب اس کے گھر والوں کا رونا ہے اور یہ گمان کر لینا کہ یہ حکم ہر میت پر عائد ہوتا ہے۔ (۱۲)

۶۔ بعض اوقات اختلاف اس لئے بھی پیش آتا کہ حکم یا عمل کی علت بدل جاتی۔ مثلاً ایک روایت ہے کہ نبی اکرمؐ تشریف فرما تھے کہ ایک کافر کا جنازہ سامنے سے گزرا آنحضور ﷺ کھڑے ہو گئے۔ ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ اس لئے کھڑے ہوئے تھے کہ جنازے کے ساتھ فرشتے ہوتے ہیں۔ اِن کی تعظیم مقصود تھی۔ اس صورت میں مومن کا جنازہ اگر گزرے تو بطریق ادنیٰ کھڑا ہونا چاہئے جن لوگوں کے نزدیک فرشتوں کا ہونا علت ہے اِن کے نزدیک کافر کا لفظ روایت میں ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ (۱۳)

حضرت علیؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ اِس لئے کھڑے ہوئے کہ یہودی کا جنازہ مسلمانوں کے سروں سے اونچا ہو کر نہ گزرے اِس میں مسلمانوں کی اہانت کا پہلو ہے اِس صورت میں قیام صرف تم یہودی کے جنازے کے ساتھ مخصوص تھا اور روایت میں یہودی کا ذکر کرنے کی بطور خاص ضرورت ہے۔ (۱۴)

۷۔ اختلاف کی ایک صورت یہ بھی تھی کہ روایات میں ایسے الفاظ کا استعمال تھا جو ایک سے زائد معنی میں استعمال ہوتے تھے۔ آنحضور ﷺ نے اپنے کلام میں اِس لفظ کے ایک معنی مراد لئے مگر سننے والوں نے دوسرے معنی جیسے وضو کا لفظ اصطلاح میں اِس وضو کے لئے استعمال ہوتا ہے جو نماز کے لئے کیا جائے۔ کہیں لغت کی رو سے اس کے معنی صفائی، پاکیزگی کی خاطر ہاتھ منہ دھونے کے ہیں۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے آنحضور ﷺ سے عرض کیا کہ ''میں نے تورات میں پڑھا ہے کہ کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد وضو کرنا،

کھانے میں برکت کا سبب ہے اس واقعے اور کلام میں حضرت سلمان فارسی نے بھی اور آنحضورﷺ نے بھی وضو سے صفائی و پاکیزگی کی خاطر ہاتھ دھونا مراد لیا ہے۔نماز والی وضو ہرگز مراد نہیں ہے۔(۱۵)

تابعین کے دور میں فقہی اختلافات

الغرض ان اسباب کی بناء پر صحابہ کرام کے مذاہب مختلف ہو گئے۔ جب تابعین کا زمانہ آیا تو انہوں نے جس جس میں سہولت دیکھی اس کو اختیار کر لیا اور آنحضورﷺ کے ارشادات اور صحابہ کے طریق کار سے جو کچھ جس نے سنا اُسے یاد کر لیا اور نئے حالات و مسائل کے احکام معلوم کرنے کے لئے اُنہوں نے آنحضورﷺ اور صحابہ کرام دونوں کو اپنا رہنما قرار دیا۔

انہوں نے بقدر استطاعت احادیث رسول کو اور مذاہب صحابہ کو سنا اور ان کو خوب سمجھ کر مختلف امور بقدر وسعت جمع کئے۔ بعض اقوال کو بعض پر ترجیح دی اور جو اقوال ضعیف معلوم ہوئے اگر چہ وہ کبار صحابہ سے مروی تھے۔ جیسے عمر و بن سعود کا مذہب جنب کے تیمم کرنے میں منقول ہوتا چلا آتا تھا۔ جب عمار اور عمران بن حصین وغیرہ کی احادیث مشتہر ہوئیں تو ان کی نظر میں وہ مسلک ضعیف معلوم ہوا۔(۱۶)

تابعین نے پوری تحقیق و چھان پھٹک کرنے کے بعد کسی روایت کو قبول یا رد کیا۔

یہی تابعین حضرات جب مختلف علاقوں میں گئے تو وہاں کے لوگوں کے پیشوا اور امام بن گئے۔ اس طرح علمائے تابعین میں ہر علاقے کے عالم کا اپنی اپنی توجیہہ کے مطابق علیحدہ مسلک ہو گیا۔ جیسے سعید بن المسیب اور سالم بن عبداللہ بن عمر ان کے بعد زہری اور قاضی یحیٰی بن سعید اور ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن مدینہ میں عطا بن ابی رباح مکہ میں ابراہیم النخعی اور شعبی کوفہ میں، حسن بصری بصرہ میں، طاؤس بن کیسان یمن میں اور مکحول شام میں امام بنے (۱۷)

مسالک فقہا میں اختلاف کے اسباب میں مندرجہ ذیل وجوہ کو بھی دخل ہے۔

ا) اگر کسی مسئلہ میں رسولِ اکرمؐ کی احادیث مختلف ہوئیں تو فقہا اقوال صحابہ کی طرف رجوع کرتے۔ درآنکہ کسی حدیث کو منسوخ یا قابل تاویل یا کسی تصرح کے بغیر ترک کرنے پر متفق ہوں۔ اس لئے کہ عدم قبول کا مطلب دراصل حدیث کو ضعیف یا منسوخ یا قابل تادیل قرار دینا ہے۔ ان تمام صورتوں میں فقہا صحابہ کرام کی پیروی کرتے۔(۱۸)

اشہب کی روایت ہے کہ امام مالک سے سوال کیا گیا کہ اگر ثقہ راوی ایک ہی مسئلے میں صحابہ سے دو مختلف قول روایت کرے تو کیا ہر قول پر عمل کرنا ٹھیک ہے امام مالک نے جواب دیا ''بخدا ایسا نہیں بلکہ جو قول حق ہو اسے لینا چاہئے اور حق ایک ہی ہو سکتا ہے دونوں متضاد قول حق نہیں ہو سکتے۔(۱۹)

ii) فقہا میں اگر صحابہ اور تابعین کے مابین کسی مسئلہ کے بارے میں اختلاف ہوتا تو ہر عالم اپنے علاقے کے عالم اور مشائخ کے مسلک کو اختیار کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ امام مالک اہل مدینہ کے طریق استدلال کا احترام فرماتے...... اس طرح عبداللہ بن مسعود اور ان کے اصحاب کا مذہب، حضرت علی، شریح اور شعبی کے فیصلے اور ابراہیم نخعی کے فتاوی اہل کوفہ کی نظر میں دیگر اقوال و مذہب کی نسبت زیادہ قابل ترجیح ہیں۔(۲۰)

iii) نئے حالات و مسائل کا حل دریافت کرنے کے لئے مختلف اصول وضع کرنا اور مقررہ اصول کے تحت اس کا حل دریافت کرنا کسی نے اس کے لئے کوئی اصول وضع کیا اور کسی نے دوسرے اصول سے کام لیا۔(۲۱)

iv) عرف و رواج کا اختلاف۔

v) ملکی قانون کا اختلاف

vi) ماقبل کی شریعت کہیں کسی شریعت کے بقایا احکام موجود تھے اور کہیں کسی کے اور ان کے آپس میں اختلاف تھا۔(۲۲)

vii) اہل حدیث اور اصحاب رائے میں اختلاف، اہل حدیث کا امتیاز یہ تھا کہ وہ شرعی امور میں رائے داخل کرنے کو ناپسند کرتے تھے اور ناگزیر صورت حال کے بغیر فتویٰ دینے اور مسائل مستنبط کرنے سے ڈرتے تھے۔ ان کی تمام تر توجہ احادیث رسول کی وضاحت کی طرف ہوتی، جبکہ اہل لرائے نے استنباط و استخراج کے قواعد مقرر کئے اور مفروضہ ممکنہ صورتوں کے حل دریافت کیلئے اہل حدیث میں شاہ صاحب کے نزدیک چار شخصیتیں ایسی ہیں جنہوں نے ذخیرہ حدیث کو اس زاویہ نگاہ سے مدون کیا کہ ان سے فقہ، سیرت اور تفسیر کا استنباط کیا جائے۔ ان میں ابوعبداللہ بخاری، مسلم نیشاپوری، ابوداؤد، سجستانی اور ابوعیسی الترمذی میں اور دوسرے گروہ (اہل الرائے) میں امام مالکؒ، امام سفیان ثوریؒ اور ان کے بعد کے زمانہ والوں سے ہے۔(۲۳)

احکام مسائل کی دریافت میں اہل حدیث اور اہل الرائے کے اختلاف کا اثر یقیناً ظاہر ہوگا۔ مثلاً سنت سے احکام کے اخذ و استنباط میں محدث اس کی رعایت نہیں کرے گا کہ فقہا نے اس سے استدلال کیا ہے یا

نہیں؟ اور اسی کے مطابق صحابہ کا عمل ثابت ہے یا نہیں حدیث کی موجودگی میں محدث کسی صحابی کے قول، فتویٰ رائے اور کسی مجتہد کے اجتہاد کی طرف دیکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرے گا۔ صرف حدیث کے، نہ ملنے کی صورت میں صحابہ کے آثار اور فتاویٰ کی طرف رجوع کرے گا اور قول وفتوؤں کی صورت میں تراجیح کی بنیاد علم، تقویٰ اور حفظ میں برتری اور شہرت ہوگی۔ (۲۴)

چنانچہ اہل حدیث اور اہل فقہ ونظر کا باہمی اختلاف بھی فقہی اختلافات کا سبب بنا۔

ائمہ مجتہدین کے فقہی اختلافات

آئمہ مجتہدین کے اختلافات وآراء کے ضمن میں شاہ ولی اللہ نے عقد الجید میں بڑی جامع بحث کی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

جن فروعی مسائل میں کوئی قطعی حکم نہ ہو اِس میں اگر دو مجتہد اختلاف کریں تو اِس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ دونوں صحت پر ہیں یا ایک ایسے گروہ میں شیخ ابوالحسن اشعری، قاضی ابوبکر اور ابن شریح اور ابوالحسن شامل ہیں۔ دوسرے قول کی طرف جمہور فقہا اور آئمہ اربعہ شامل ہیں۔ (۲۵)

اِس ضمن میں شاہ صاحب نے بیضاوی کے مسلک کو بیان کرتے ہوئے کہ مجتہد ایک ہی صحت وصواب پر ہوتا ہے۔ دونوں نہیں۔ بیضاوی کے عقلی ونقلی دلائل تفصیل کے ساتھ بیان کئے۔ مگر شاہ صاحب کے نزدیک یہ خیال صحیح نہیں کہ ایک ہی مجتہد کو مطلقاً صواب وصحت پر مانا جائے بلکہ اُن کے نزدیک کسی صورت میں دونوں مجتہد صواب پر ہوتے ہیں اور کسی صورت میں ایک ''عقد الجید'' کے دوسرے باب میں شاہ صاحب نے علامہ بیضاوی کی ہر دلیل کا علیحدہ علیحدہ جواب دیا ہے۔ اِن دلائل کو مختصراً ترتیب وار ذکر کیا جاتا ہے۔

i) بیضاوی کا یہ کہنا کہ ہر مسئلہ کے لئے ایک حکم ہے۔ شاہ صاحب کہتے ہیں کہ یہ بے دلیل ہے اور امام شافعی کا یہ قول کہ ہر واقعہ کے لئے حکم معین ہے تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ ہر واقعہ کے متعلق ایک قول ایسا ہوتا ہے جس پر اجتہادی دلائل سے زیادہ واضح نشانی ہوتی ہے۔ جس نے اِس کو پالیا وہ بھی صحیح ہے جس نے نہ پایا وہ غلط ہے لیکن گناہ گار نہیں۔ دوسرے الفاظ میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ جس مسئلہ کے بارے میں خبر واحد موجود ہو تو جو اِسی کو پائے وہ بھی صحت پر ہے او جسے نہ ملے وہ غلطی پر۔ اور اجتہاد امور تعبدی میں سے ہے اور امور تعبدی میں حطاء پر کوئی گناہ نہیں ہوا۔ اسی لئے مجتہد گنہگار نہ ہوگا۔

ii) بیضاوی نے یہ کہا کہ دونوں مجتہدوں کو صحت پر ماننے سے اجتماع نقیضین لازم آئے گا۔ شاہ صاحب بیضاوی کی دلیل کو رد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کفارہ کی صورتوں کی طرح یہ ہے کہ ہر ایک اِن میں سے واجب بھی ہے اور نہیں بھی اور بیضاوی نے اسی ضمن میں آنحضور ﷺ کا یہ قول کہ "جو مجتہد صحت کو پالے اس کے لئے دو اجر ہیں اور جو غلطی کر جائے اس کے لئے ایک اجر ہے" بطور دلیل پیش کیا۔ شاہ صاحب کہتے ہیں کہ یہ دلیل بیضاوی کے خیال کے مخالف ہے اس لئے کہ جو خطاء اجر کو واجب کرے وہ معصیت کیسے ہوسکتی ہے۔ مثلاً اگر دونوں اجتہاد درست ہیں تو ایک ان میں سے دوسرے پر افضل ہوسکتا ہے جیسے ایک مجتہد کسی مسئلے میں عزیمت پر کاربندر ہے جبکہ دوسرا مجتہد اسی مسئلے میں رخصت دے دے۔

iii) اور بیضاوی نے یہ کہا کہ مجتہد نے جس کو صحیح گمان کیا اسی کا حکم دیا اور اسی حکم کا مخالف منزل من اللہ کے خلاف کر کے فاسق ہوگا۔ لیکن مجتہد نے جس کو صحیح گمان کیا اُس کے مطابق فیصلہ دیا۔ اِس لئے شاہ صاحب اس کو مخالف حق نہیں کہتے۔

۴۔ اور مجتہد خطا کار باطل پر نہیں ہوتا۔ شاہ صاحب کہتے ہیں جب باطل پر نہیں ہوتا تو مخالف حق بھی نہیں ہوتا۔ اِس لئے کہ جو مخالف حق ہوگا وہ باطل پر ہوگا۔

دوسرا قول جو آئمہ اربعہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے کسی مسئلہ میں نص یا اجماع کی رو سے اختیار ہو، اِس میں دونوں مجتہدوں کے صواب وصحت پر ہونے میں امت میں اختلاف نہیں ہے۔ اِس ضمن میں شاہ صاحب کی تحقیق بھی یہی ہے۔ جیسے سبع قرأت، دعاؤں کے صیغے اور وتر کی سات، نو، اور گیارہ رکعتیں وغیرہ وغیرہ اسی میں جب امت کو اختیار دے دیا گیا تو اس میں خلاف غیر مناسب ہے۔ (۲۶)

اختلاف کی چار قسمیں

شاہ صاحب نے آئمہ مجتہدین کی آراء مختلف ہونے میں چار صورتیں بیان کی ہیں۔

i) پہلی صورت جس میں حق قطعی طور پر متعین ہو اِس کے خلاف جو بھی صورت ہوگی اُس کو ختم کرنا واجب ہے کیونکہ حق کے خلاف جو بھی صورت ہوگی وہ باطل ہے۔ مثلاً اگر کسی مسئلے کے بارے میں آنحضور ﷺ کی کوئی حدیث صحیح اور مشہور طریقہ پر موجود ہے تو ایسی صورت میں جو بھی اجتہاد یا قاضی کا فیصلہ اس حدیث کے خلاف ہوگا تو وہ باطل ہے۔ ہاں اِسی مجتہد کو جو غلطی پر ہو (خطا کار) ہو آنحضور ﷺ کی حدیث نہیں پہنچی تو

حدیث ملنے اور حجت قائم ہونے تک اس کو مسند سمجھا جائے گا۔ (۲۷)

ii) جس میں حق غالب رائے سے متعین اور خلاف ظن کے درجہ میں باطل ہو مثلاً اگر اجتہاد اسی امر میں ہے جو مجتہد کی عقل پر موقوف کر دیا گیا ہے اِس کو اِس مثال سے اس طرح سمجھا جا سکتا ہے کہ جیسے دو آدمیوں میں سے کوئی یہ کہے کہ جو فقیر تمہیں ملے اسے میرے مال میں سے ایک درہم دے دو۔ اُس نے کہا مجھے کیسے معلوم ہو کہ وہ فقیر ہو۔ یعنی دو آدمیوں کو ایک ادمی کے بارے میں اختلاف ہوا ایک کہتا ہے کہ فقیر ہے اور دوسرا کہتا ہے کہ نہیں ہے۔ ماخذ دونوں کے ذہن میں اتنے قریب ہیں کہ دونوں پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ تو اس صورت میں تو یہ دونوں مصیب ہیں۔ اس لئے کہ اس مالدار نے حکم کو اسی پر محمول کیا کہ جو اس کی سوچ وفکر کے مطابق فقیر ہو اس کو دے دے۔ بخلاف اس صورت کے کہ اگر کسی بڑے تاجر کو دے دے جس کے نوکر چاکر بھی ہوں تو اسی صورت میں اسی تاجر کو فقیر کہنے والا قصوروار شمار کیا جائے گا اور جس شبہ کی طرف اس کا ذہن گیا اسی پر عمل نازیبا ہوگا۔ (۲۸)

iii) جس کے طرفین میں قطعی طور پر اختیار ہو۔ جیسے قرآن کی سات قرأتیں، دعاؤں کے کلمات یا افعال جن کو آنحضورﷺ نے لوگوں کی آسانی کے لئے مختلف طریقے سے فرمایا۔

iv) جس کے دونوں طرف غالب رائے سے اختیار دیا گیا ہو تو اِسی صورت میں دونوں مجتہد مصیب ہیں۔ اور دونوں کا اجتہاد درست ہے۔

مقامات اختلاف

فقہا میں بڑے بڑے واضح اختلاف چار ہیں۔

۱۔ ایک مجتہد کو حدیث ملی اور دوسرے کو نہیں ملی۔ اسی وجہ سے فقہا میں کسی مسئلے میں اختلاف پیدا ہوا۔

۲۔ ہر ایک کے پاس احادیث اور مختلف آثار موجود ہیں اور ہر ایک نے بعض کو بعض سے تطبیق دینے اور ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے تک پہنچادیا اور اِس قسم کا اختلاف پیدا ہوا۔

۳۔ مجتہدین نے ان باتوں میں بھی اختلاف کیا، مثلاً مجمل الفاظ کی تفسیر، اور ان کی جامع و مانع حدود۔ معرفت ارکان اشیاء اور ان کی مشروط مثلاً ذکر حذف اور تخریج مناط وصف عام سے موصوف کا اس کی صورت خاص یہ صادق آنا اور کلیہ کا اپنی جزئیات پر منطبق ہونا۔ چنانچہ ہر مجتہد کے اجتہاد نے اسے ایک جدا مذہب (رائے) تک پہنچادیا۔

۴۔ مجتہدین نے اصول مسائل میں اختلاف کیا جس سے فروعی مسائل میں بھی اختلاف پیدا ہوا۔(۲۹)

اس ضمن میں شاطبی لکھتے ہیں۔"**من لم یعرف مواضع الاختلاف لم یبلغ درجۃ الاجتہاد**" یعنی جس نے مقامات اختلاف نہ پہچانے وہ درجہ اجتہاد کو نہیں پہنچ سکتا۔(۳۰)

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ مقامات اختلاف کو پہنچانے والا ہی مجتہد کہلا سکتا ہے۔ اگر ان تمام اقسام میں دونوں مجتہد اجتہاد کریں تو اس بارے میں شاہ صاحب لکھتے ہیں ان تمام اقسام میں دونوں مجتہد مصیب میں جبکہ دونوں کے ماخذ ہمارے ذکر کردہ معنی کے قریب ہوں یعنی آسانی سے ذہن میں آسکیں بعید از عقل نہ ہوں۔"(۳۱)

کتب اصول فقہ میں دو قسم کے مسائل مذکور ہیں۔ ایک عربی الفاظ کی تلاش و جستجو سے متعلق ہیں جسے خاص عام نص اور ظاہر ان مین اتنا اختلاف نہیں ہے دوسری قسم کے مسائل وہ ہیں جن کو عقل مند آدمی اپنے سلیقے سے حل کرے۔ اسی بات کو شاہ صاحب نے ایک مثال کے ذریعے عمدہ طریقے سے سمجھایا کہ "اگر ایک سمجھدار آدمی کے سامنے بھی پرانی کتاب رکھ دی جائے جس کے حروف مٹ چکے ہوں اور آپ اسے پڑھنے کے لئے کہیں تو یقینا جب کوئی لفظ اس کی سمجھ میں نہیں آئے گا تو وہ قرینے سے صحیح لفظ کو پڑھنے کی کوشش کرے گا۔ ایسی صورت میں دو عقل مندوں کے درمیان اختلاف ہو سکتا ہے۔ اب جب عقل مند کے سامنے دو راہیں نمودار ہوں گی تو وہ دلائل و مصالح کی جستجو کے بعد جو رائج اور قلیل اثر ہوگا اُس کو اختیار کرے گا۔(۳۲)

یہی صورت علماء کو پیش آئی۔ جب علماء و فقہا کے سامنے مختلف حدیثیں آئیں تو انہوں نے اس پر غور فکر کے بعد احادیث کو منسوخ، بعض کو راجح کیا اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔ اس کے بعد ایک جماعت آئی جنہوں نے ان تدابیر کو مدون کلیات قرار دیا۔

کلیات و قواعد فقہ کو مرتب کرنے کے دوران چند مزید وجوہات بھی فقہا و مجتہدین کی نظر سے گزریں۔ جس کا ذکر شاہ صاحب نے عقد الجید میں تفصیل سے کیا ہے۔

۱۔ اختلاف کی ایک وجہ یہ بھی رہی کہ آنحضور ﷺ نے نماز روزہ اور حج وغیرہ احکام کلیہ کو تفصیل سے بیان کیا لیکن ان کے ارکان کی جامع اور مانع تعریفات سے زیادہ بحث نہیں کی۔ اور جب آپ ﷺ سے ان احکام جزئیہ کے متعلق سوال کیا جاتا جو ارکان وغیرہ سے مشروط ہوتے اور آپ اِن کو اِن الفاظ مستعملہ پر محمول کر کے بتاتے جن کو آپ خود سمجھتے اور جزئیات کو کلیات پر محمول کر کے بتادیتے۔ مثلاً وضو میں آنحضور ﷺ نے اعضاء

اربعہ کا دھونا مشروع فرمایا مگر غسل کے لئے کوئی ایسی جامع ومانع تعریف نہیں فرمائی جس سے معلوم ہو سکے کہ دلک (ملنا) اور اسالہ الماء (پانی کا بہانا) غسل کی حقیقت میں داخل ہے کہ نہیں نہ پانی کی تقسیم فرمائی کہ مطلق مقید اور نہ کنوئیں اور تالاب کے احکام فرمائے۔ ان کی مصلحت یہ تھی ان مسائل کی اصل ایسے حقائق ہیں جو عرف میں مجمل مستعمل ہیں۔ اور ان کی جامع تعریف بغیر محنت شاقہ کے معلوم نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ اسی مصلحت کی وجہ سے ان مسائل کی جزئیات کو مجتہدین کی رائے پر چھوڑ دیا۔ مختلف مسائل میں ہر مجتہد نے اپنے اپنے رائے سے اجتہاد کیا جس کی وجہ سے اُن کی آراء میں اختلاف پیدا ہوا۔

۲۔ فقہا میں اختلاف کی ایک وجہ امر مفوض میں اختلاف تھا۔ اس میں آنحضور ﷺ نے کوئی تختی نہیں فرمائی مثلاً نسائی طارق سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص کو غسل کی ضرورت پیش آئی وہ بغیر نماز پڑھے آنحضورؐ کے پاس آیا اور آپ سے اِس کا ذکر کیا، فرمایا تم نے ٹھیک کیا۔ پھر ایک اور شخص کو غسل کی ضرورت پیش آئی وہ تیمم کر کے نماز پڑھ کر آیا آپ نے ان کو بھی فرمادیا تم نے ٹھیک کیا۔

۳۔ اختلاف کی ایک وجہ آنحضور ﷺ کے قول (روایت) میں تاویل کا اختلاف تھا۔ مثلاً صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ آپ نے ایک جماعت کو کسی ضرورت کے تحت بھیجا اور فرمایا کہ بنو قریظہ میں جا کر نماز پڑھنا۔ اس پر بعض اصحاب نے ظاہر قول کو دیکھ کر نماز متاخر کی اور بنو قریظہ میں جا کر نماز پڑھی اور بعض اصحاب نے سمجھا کہ اس سے آپ کا مطلب جلدی ہے لہٰذا انہوں نے راستہ میں ہی پڑھ لی۔ شاہ صاحب اسی ضمن میں لکھتے ہیں کہ۔ ''جبکہ سب آپ کے اس قول کی تاویل پر عمل پیرا تھے۔'' (۳۳)

۴۔ اختلاف کی ایک وجہ فقہا کا اکثر احکام میں مامور کی تحری اور عادت پر حوالہ کرنا ہے۔ مثلاً جب موسم ابر آلود ہو تو تفکر اور جستجو کے بعد قبلہ کی سمت متعین کرنے پر کوئی گرفت نہیں اسی پر تمام امت کا اجماع ہے۔

۵۔ فقہا اور مجتہدین میں اختلاف آراء کی بڑی وجہ آپ کے الفاظ جو روایت میں بیان کئے گئے اُن کے معنی میں اختلاف یا کسی ایسی علت میں اختلاف جو روایت کے الفاظ سے ماخوذ ہے۔

۶۔ جب نصوص یا کسی نص کے معانی مختلف ہوں تو مجتہد کو چاہئے کہ حق کو پہچانے۔ چنانچہ کسی مجتہد نے کوئی معنی مراد لیے اور کسی نے اور۔ چنانچہ یہ بھی اختلاف کی ایک وجہ بنی۔

۷۔ مندرجہ بالا اسباب ووجوہ کے علاوہ اختلاف روایت کی ایک بڑی وجہ احادیث کی روایت بالمعنی بھی تھی۔ (۳۴)

۸۔ فقہا میں اختلاف کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ وہ قیاس میں جس کو شرع نے تجویز کیا تھا ایسی راہیں مخلوط کر دیتے تھے جن کی شرع کی نظر میں وقعت نہیں تھی۔ فقہاء اسی قیاس اور رائے میں فرق نہیں کرتے اور وہ اپنی رائے کو استحسان کہتے اِس رائے کو امام شافعی نے باطل قرار دیا۔ مثلاً یتیم کا زمانہ رشد تک پہنچنا ایک امر مخفی ہے۔ اس لیے فقہا نے اپنی رائے سے پچیس سال زمانہ رشد کے قرار دیئے اور کیا جب یتیم پچیس سال کا ہو جائے تو اس کو مال دے دینا چاہئے اور انہوں نے یہ کہا کہ یہ استحسان ہے۔ حالانکہ مقتضائے قیاس یہ ہے کہ مال نہیں دینا چاہئے۔ (۳۵)

مندرجہ بالا اسباب و وجوہات تھیں جو فقہا کے درمیان اختلاف کا باعث بنے۔ اگر یہ اختلافات نہ ہوتے تو دین میں وسعت و نرمی پیدا نہ ہوتی۔ جیسا کہ شاہ صاحب نے فرمایا۔

هذا تخفيف من الله و رفق بعباده. (۳۶)

یہ اللہ سبحانہٗ کی طرف سے تخفیف ہے اپنے بندوں پر اور نرمی

اسی لطیف نکتے کی طرف امام شاطبی نے اپنی کتاب الموافقات میں بھی اشارہ کیا ہے۔

علماء کا قاعدہ ہے کہ ایسا معاملہ جس کے فساد میں اختلاف ہو اِس کے ساتھ وہ طریقہ عمل اختیار نہیں کرتے جس کے فساد پر اتفاق ہو۔''

یعنی **''فلا يعاملون الفاسد المختلف فی فساده معاملة المتفق علی فساده.''(۳۷)**

''مرعات الخلاف'' کے اسی قانون کی بدولت ایک عورت مہر سے یا شوہر کی میراث سے مالکی فتویٰ کی وجہ سے محروم ہو رہی تھی۔ لیکن صرف اِسی لیے محرومی کی بنیاد جس مسئلہ پر قائم ہے وہ اتفاقی نہیں بلکہ امام ابوحنیفہ کا اس میں اختلاف ہے اس لیے مالکیوں کو بھی امام ابوحنیفہ کے اس اختلاف کی رعایت کرنا پڑی۔ اور جو حق اِس عورت کا کھویا ہوا تھا وہ محض اس نظریہ مراعاۃ الخلاف کی بناء پر اِس کو مل گیا۔ ایک نکاح ہی نہیں بیع و فروخت اجارہ حتیٰ کہ عبادات میں بھی اسی اختلاف کا فائدہ مسلمانوں کو پہنچتا رہا۔ (۳۸)

یہ قول قتادہ کی طرف منسوب ہے فرمایا

من لم يعرف الاختلاف لم يشم انفه الفقه. (۳۹)

''جو اختلاف کا عالم نہیں اس کی ناک نے فقہ کی بو نہیں سونگھی۔''

فقہا کے یہی اختلافات امت کے لیے رحمت و وسعت کا باعث تھے۔

فقہا کے اختلاف آراء کے بارے میں عبدالوہاب شعرانی نے بڑا عمدہ تبصرہ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو یہ بات پوری طرح واضح ہو جائے گی کہ تمام آئمہ اربعہ کے فقہی مسالک شریعت مطہرہ کے ترجمان ہیں۔ اس کی حدود سے کوئی باہر نہیں اور ان کے اقوال و آراء امت کے لیے رحمت کا باعث ہیں۔''(۴۰)

حوالہ جات

۱۔ بعض روایات میں الفاظ ہیں ''اختلاف اصحابی رحمة و اسعه'' میرے صحابہ کا اختلاف وسیع تر رحمت ہے۔ اس روایت کو بیہقی، دارمی اور دارقطنی نے روایت کیا ہے۔

۲۔ بدر عالم ''ترجمان السنۃ'' ایچ ایم۔ سعید کمپنی کراچی۔

۳۔ ایضاً، حوالہ محولہ بالا۔

۳ب۔ الشوریٰ

۴۔ ایضاً، ص 37

۵۔ صدیقی، محمد میاں ''اختلاف فقہا، اسباب و علل'' فکر و نظر اسلام آباد 4/30 اپریل، جون 1993ء ص 18

۶۔ شاہ ولی اللہ ''الانصاف فی بیان سبب الاختلاف'' علماء اکیڈمی محکمہ اوقاف، لاہور 1981، ص 6۔

۷۔ محمد سلام مذکور ڈاکٹر ''مناہج الاجتہاد'' طبع دارانہضر عربیہ مصر 1960۔

۸. علی بن احمد بن حزم ''الاحکام فی اصول الاحکام'' طبع قاهره، 1345ھ ص 124.

۹. الانصاف فی بیان سبب الاختلاف، ص 7.

۱۰۔ ایضاً، ص 10

۱۱۔ حوالہ محولہ بالا۔

۱۲۔ حوالہ محولہ بالا۔ ص 11

۱۳۔ ایضاً ص 13۔

۱۴۔ حوالہ محولہ بالا۔

۱۵۔ ایضاً۔

۱۶۔ محمد زکریا کاندھلوی ''اختلاف آئمہ'' کلیۃ رشیدیہ ساہیوال۔ت۔ن، ص 4-11

۱۷۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، مطبع مولوی مسافر خانہ کراچی، ص 231۔

۱۸۔ الانصاف، 14۔

۱۹۔ الانصاف، ص 19۔

۲۰۔ ابن عبدالبر ''العلم والعلماء'' ادارہ اسلامیات لاہور، ص 177۔

۲۱۔ الانصاف، ص 21۔

۲۲۔ محمد تقی امینی: ''فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر''، ص 387۔

۲۳۔ ایضاً، ص 388۔

۲۴۔ الانصاف، ص 43-46۔

۲۵۔ صدیقی، محمد میاں، اختلاف فقہا/اسباب وعلل، ص 25۔

۲۶. "عقد الجید فی احکام الاجتہاد و التقلید" باب دوم، ص 21.

۲۷۔ ایضاً، ص 25۔

۲۸۔ ایضاً، باب دوم، 26۔

۲۹۔ ایضاً، باب دوم، 28۔

۳۰۔ عقد الجید، ص 31۔

۳۱۔ الشاطبی: ''الموافقات'' ج 4، ص 140-142۔
عبداللہ بن عبدالمحسن ''اسباب اختلاف الفقہا''، مکتبہ الریاض الحدیثہ، ص 42۔

۳۲۔ عقد الجید، ص 22۔

۳۳۔ عقد الجید، ص 33۔

۳۴۔ ایضاً، ص 45۔

۳۵۔ ازالۃ الخفاء، قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی، ص 408۔

۳۶۔ حجۃ اللہ بالغہ، ص237۔

۳۷۔ عقدالجید، باب دوم، ص38۔

۳۸. الشاطبی، "موافقات" مطبع دار الفکر، جلد 4، ص 84.

۳۹۔ مناظر احسن گیلانی ''مقدمہ تدوین فقہ'' تقدیم ڈاکٹر رشید احمد جالندھری مکتبہ رشیدیہ لاہور، ص157۔

۴۰۔ بحوالہ ''عبداللہ بن عبدالمحسن ''اسباب اختلاف الفقہا، ص243۔

۴۱. عبدالوھاب شعرانی "میزان الکبریٰ" طبع قاھرہ مصر 1279ھ.

مصادر و مراجع

۱۔ ابن عبدالبر ''العلم والعلماء'' ادارہ اسلامیات لاہور۔

۲۔ الشاطبی ''الموافقات''، مطبع دارالفکر، سن ندارد۔

۳۔ بدر عالم میرٹھی ''ترجمان السنۃ'' ایچ۔ ایم سعید کمپنی، کراچی۔

۴۔ شاہ ولی اللہ ''الانصاف فی بیان سبب الاختلاف'' علماء اکیڈمی محکمہ اوقاف لاہور 1981۔

۵۔ شاہ ولی اللہ ''حجۃ اللہ البالغہ'' مطبع مولوی مسافر خانہ، کراچی۔

۶۔ شاہ ولی اللہ ''عقدالجید فی الاحکام الاجتہاد والتقلید'' محمد سعید اینڈ سنز قرآن محل کراچی۔

۷۔ شاہ ولی اللہ ''ازالۃ الخفاء'' قدیمی کتب خانہ، آرام باغ، کراچی۔

۸۔ عبداللہ بن عبدالمحسن التراب ''اسباب اختلاف الفقہا'' مکتبہ الریاض الحدیثہ۔

۹۔ عبدالوہاب شعرانی ''میزان الکبریٰ'' طبع قاہرہ مصر 1279ھ۔

۱۰۔ علی بن احمد بن حزم ''الاحکام فی اصول الاحکام'' طبع قاہرہ 1345۔

۱۱۔ محمد تقی امینی، ''فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر'' اسلامک پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لاہور۔

۱۲۔ محمد سلام مذکور، ڈاکٹر، مناہج الاجتہاد'' طبع دارانہضہ، مصر، 1960۔

۱۳۔ محمد زکریا دہلوی، ''اختلاف آئمہ'' طبع رشیدیہ، ساہیوال۔

۱۴۔ مناظر احسن گیلانی ''مقدمہ تدوین فقہ'' تقدیم ڈاکٹر رشید احمد جالندھری، مکتبہ رشیدیہ لاہور۔

۱۵۔ صدیقی، محمد میاں ''اختلاف فقہاء اسباب وعلل'' فکر ونظر اسلام آباد۔